بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

علم ترجیحات

تالیف

WWW.NAFSEISLAM.COM

شیخ الحدیث والتفسیر

پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

رحمۃ للعالمین پبلی کیشنز گلی نمبر 7 بشیر کالونی سرگودھا

048-3215204--0303-7931327

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

علمِ ترجیحات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَھُوَ حَسْبِیْ وَ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِ رَبِّیْ

وَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ اَمَّا بَعْدُ

انسان دین و دنیا کے تمام معاملات میں ترجیحات قائم کیے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ وہ ایک قدم بھی اٹھاتا ہے کہ تو کسی نہ کسی ترجیح کی بنا پر اٹھاتا ہے اور اگر رکتا ہے تو کسی نہ کسی ترجیح کی بناء پر رکتا ہے۔ یہ ایک مستقل علم ہے جسے ہم نے جنوری ۲۰۰۰ء میں پہلی بار مدون کیا تھا۔ ذیل کی سطور میں اس علم کی باقاعدہ تفصیل بیان کی جارہی ہے اور یہ سب سیدِ عالم ﷺ کی بانٹی ہوئی خیرات ہے۔

علمِ ترجیحات کی تعریف

ترجیحات کا علم وہ علم ہے جو اچھائی اور برائی میں تمیز کر کے اچھائی کو ترجیح دینے یا دو اچھائیوں میں سے بڑی اچھائی کو ترجیح دینے اور دو برائیوں میں سے چھوٹی برائی کو ترجیح دینے سے بحث کرتا ہے۔

کسی بھی فن کا ماہر وہ ہے جو اس فن کے اندر زیادہ سے زیادہ ترجیحات کا ماہر ہے۔

The best in any science is the best in prefering.

علمِ ترجیحات کا ماخذ

قرآن شریف سے علمِ ترجیحات کا ثبوت

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے صرف ہدایت رکھ دی ہے اور وہ اسی پر عمل پیرا ہونے کا مکلف ہیں لیکن انسان کے سامنے ہدایت اور گمراہی دونوں رکھ دی گئی ہیں اور اسے

ہدایت کو ترجیح دینے کا مکلف ٹھہرایا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا ہم نے انسان کو ہدایت کا راستہ دکھا دیا ہے اب خواہ ہدایت کو اختیار کرے یا گمراہی کو (دھر: ۳)۔

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ یعنی تم لوگ جلدی ملنے والی چیز سے محبت کرتے ہو اور آخرت میں ملنے والی چیز کو چھوڑ دیتے ہو (القیامۃ ۲۰:۷۵)۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو خطاب فرمایا کہ: اللہ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت میں سے ایک چیز کو ترجیح دینے کا اختیار دیا۔ اس بندے نے آخرت کو ترجیح دی۔ آپ ﷺ کی یہ بات سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تعجب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کسی ایک بندے کی بات کر رہے ہیں اور ابوبکر خواہ مخواہ رونے لگے۔ حالانکہ ایک بندے سے مراد خود نبی کریم ﷺ تھے اور ابوبکر ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے (بخاری حدیث نمبر ۴۶۶، ۳۶۵۴، ۳۹۰۴، مسلم حدیث نمبر ۶۱۷۰، ۶۱۷۱، ترمذی حدیث نمبر ۳۶۶۰)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

فقہاء نے دنیا کی مثال قیاس جلی سے دی ہے اور آخرت کی مثال قیاس خفی سے دی ہے۔ چنانچہ حضرت ملا احمد جیون علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ: فَاِنَّ الدُّنْیَا ظَاھِرَۃٌ وَ الْعُقْبیٰ بَاطِنَۃٌ لٰکِنَّھَا تَرَجَّحَتْ عَلَی الدُّنْیَا بِقُوَّۃِ اَثَرِھَا مِنْ حَیْثُ الدَّوَامِ وَ الصَّفَاءِ وَ اَمْثِلَتُہٗ کَثِیْرَۃٌ یعنی دنیا ظاہر ہے اور عقبیٰ باطن ہے، لیکن عقبیٰ کو دنیا پر ترجیح حاصل ہے اس لیے کہ دوام اور صفا کے لحاظ سے اس کا اثر قوی ہے اور اس کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں (نور الانوار صفحہ ۲۴۸)۔ آپ نے دیکھا کہ نور الانوار میں استحسان کا ترجمہ ترجیح سے کیا گیا ہے۔

قرآن شریف میں میراث کی تقسیم اور مختلف ورثاء کی موجودگی کا دوسروں کی میراث پر اثر انداز ہونا (النساء ۴:۱۱ تا ۱۳)، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ: ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ

وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی کیا علم والے اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟(الزمر ۹:۳۹) وغیرہ علمِ ترجیحات اور استحسان کی عظیم مثالیں ہیں۔

احادیث میں علمِ ترجیحات کا ثبوت

(۱)۔ عَنْ مَعَاذِ بنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ لَمَّا بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ، قَالَ کَیْفَ تَقْضِیْ اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَآءٌ؟، قَالَ اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ، قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ؟ قَالَ فَبِسُنَّۃِ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ، قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ، قَالَ اَجْتَھِدُ رَائِیْ وَلَا اٰلُوْ قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی صَدْرِہٖ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن بھیجا تو فرمایا: جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ آئے گا تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے۔ فرمایا: اگر اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ گے تو پھر؟ عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے۔ فرمایا: اگر رسول کی سنت میں بھی نہ پاؤ تو پھر؟ عرض کیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا۔ راوی فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا۔ اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے نمائندے کو ایسی بات کی توفیق بخشی جو رسول کو پسند ہے (ترمذی حدیث رقم: ۱۳۲۷، ابو داؤد حدیث رقم: ۳۵۹۲، سنن الدارمی حدیث رقم: ۱۷۰)۔

عَنِ ابنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ فَمَنْ عَرَضَ لَہٗ قَضَآءٌ فَلْیَقْضِ فِیْہِ بِمَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَاِنْ جَآءَہٗ اَمْرٌ لَیْسَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلْیَقْضِ بِمَا قَضٰی بِہٖ نَبِیُّہٗ ﷺ فَاِنْ جَآءَہٗ اَمْرٌ لَیْسَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَلَا قَضٰی بِہٖ نَبِیُّہٗ ﷺ فَلْیَقْضِ بِمَا قَضٰی بِہِ الصَّالِحُوْنَ، فَاِنْ جَآءَہٗ اَمْرٌ لَیْسَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَلَا قَضٰی بِہٖ نَبِیُّہٗ ﷺ وَلَا قَضٰی بِہِ الصَّالِحُوْنَ، فَلْیَجْتَھِدْ رَأْیَہٗ، وَلَا یَقُوْلُ اِنِّیْ اَخَافُ وَاِنِّیْ اَخَافُ، فَاِنَّ الْحَلَالَ بَیِّنٌ وَالْحَرَامَ بَیِّنٌ وَبَیْنَ ذٰلِکَ اُمُوْرٌ مُشْتَبِھَاتٌ، فَدَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ، قَالَ اَبُوْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، ھٰذَا الْحَدِیْثُ حَدِیْثٌ جَیِّدٌ جَیِّدٌ یعنی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے سامنے مقدمہ پیش ہو تو وہ اس سے فیصلہ کرے جو اللہ کی کتاب میں ہے اور اگر اس کے پاس کوئی ایسا مسئلہ آجائے جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے پھر وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اس کے نبی ﷺ نے فیصلہ کیا ہے اگر اس کے پاس کوئی ایسا مسئلہ آجائے جو اللہ کی کتاب میں بھی نہ ہو اور اس کے نبی نے بھی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ دیا ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کرے جو صالحین نے فیصلہ دیا ہے۔ اور اگر اس کے پاس کوئی ایسا مسئلہ آجائے جو اللہ کی کتاب میں بھی نہ ہو اور اس کے نبی نے بھی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ دیا ہو اور صالحین نے بھی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ دیا ہو تو اب اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور اس طرح نہ کہے کہ میں ڈرتا ہوں میں ڈرتا ہوں۔ بے شک حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں۔ پس مشکوک کو چھوڑ کر یقینی بات کو پکڑ لو۔ حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بڑی زبردست چیز ہے زبردست چیز ہے (نسائی حدیث رقم: ۵۳۹۷)۔

پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تلاشِ حق میں سب سے زیادہ ترجیح قرآن کو حاصل ہے، پھر حدیث کو، پھر اجماعِ امت کو اور پھر قیاس کو۔ جو شخص ان ترجیحات سے بے خبر ہوگا، عین ممکن ہے وہ قرآن و حدیث کے مقابلے پر قیاس کرتا پھرے۔

(۲)۔ نبی کریم ﷺ کو جب دو چیزوں میں سے کسی ایک اختیار کرنے کا چوائس دیا جاتا تو آپ آسان چیز کو ترجیح دیتے تھے بشرطیکہ وہ آسان چیز گناہ نہ ہو (بخاری حدیث نمبر ۳۵۶۰، مسلم حدیث نمبر ۶۰۴۵، ابوداؤد حدیث نمبر ۴۷۸۵)۔

اس حدیث پاک پر غور فرمایئے۔ دونوں چیزوں میں سے آسان کو اختیار کرنا ایک ترجیح ہے لیکن اگر وہ آسان چیز گناہ ہو تو ترجیح بدل گئی اور دوسری چیز کے حق میں استحسان کا فصلہ فرمایا۔

(۳)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ، فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاءَۃِ سَوَاءً، فَاَعْلَمُھُمْ بِالسُّنَّۃِ، فَاِنْ کَانُوْا فِی السُّنَّۃِ سَوَاءً، فَاَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً، فَاِنْ کَانُوْا فِی

الْهِجْرَةِ سَوَآءً، فَاَقْدَمُهُمْ سِلْماً، وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ، وَلَا يَقْعُدُ فِي بَيْتِهِ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ اِلَّا بِاِذْنِهِ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: قوم کی امامت وہ شخص کرائے جو اللہ کی کتاب کا سب سے بڑا قاری ہو، اگر وہ سب قرأت میں برابر ہوں تو سنت کا بڑا عالم امامت کرائے، اگر سنت کے علم میں برابر ہوں تو ہجرت میں پہل کرنے والا، اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو پہلے اسلام لانے والا، اور کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی سلطنت میں جا کر امامت نہ کرائے، اور کوئی شخص کسی کے گھر میں جا کر اس کی اجازت کے بغیر اس کی مسند پر نہ بیٹھے (مسلم حدیث نمبر ۱۵۳۲، ابوداؤد حدیث نمبر ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ترمذی حدیث نمبر ۲۳۵، نسائی حدیث نمبر ۷۷۹، ۷۸۲، ابن ماجہ حدیث نمبر ۹۸۰)۔

(۴)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلَا اِنِّي اَبْرَأُ اِلٰى كُلِّ خِلٍّ مِنْ خِلِّهِ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِيْلاً لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلاً، اِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلُ اللّٰهِ یعنی حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! میں ہر خلوت کے دوست کی دوستی سے بری ہوں، اگر میں کسی کو خلیل اور تنہائی کا دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن میں تو صرف اللہ کا خلیل اور تنہائی کا دوست ہوں (مسلم حدیث نمبر ۶۱۷۶، ترمذی حدیث نمبر ۳۶۵۵، ابن ماجہ حدیث نمبر ۹۳)۔

اس حدیث شریف میں استحسان اور ترجیح کی انتہا کر دی گئی ہے۔

(۵)۔ معراج شریف کی رات محبوب رب العالمین ﷺ کو دودھ اور شراب کے دو پیالوں میں سے ایک کو ترجیح دینے کا کہا گیا تو آپ ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا۔ کہا گیا کہ آپ نے فطرت کو پسند فرمایا۔ اگر آپ شراب والا پیالہ منتخب کر لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی (بخاری حدیث نمبر ۳۳۹۴، ۳۴۳۷، مسلم حدیث نمبر ۴۲۴، ترمذی حدیث نمبر ۳۱۳۰)۔

(۶)۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَ اَصْحَابِيْ عَلٰى جَمِيْعِ الْعَالَمِيْنَ سِوَى النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاخْتَارَ لِيْ مِنْهُمْ اَرْبَعَةً اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ

وَعُثْمَانَ وَعَلِيّاً فَجَعَلَهُمْ خَيْرَ اَصْحَابِیْ وَفِیْ اَصْحَابِیْ كُلِّهِمْ خَيْرٌ یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کونبیوں اور رسولوں کے سواء سارے جہانوں پر ترجیح دیتے ہوئے پسند فرمالیا ہے اور ان میں سے خصوصاً میرے لیے چار صحابہ کو پسند فرمایا ہے، ابوبکر، عمر، عثمان اور علی۔ اور انہیں میرے صحابہ میں سے افضل بنایا ہے، ویسے میرے سارے صحابہ میں بھلائی ہی بھلائی ہے (الشفا جلد ۲ صفحہ ۴۲، الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۴۷)۔

(۷)۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ سے کیسی محبت کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم آپ ﷺ ہمیں ہمارے مال، اولاد، باپ دادا، ہماری ماؤں اور پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

(۸)۔ عَنْ خَالِدِبْنِ الْوَلِیْدِ رضی اللہ عنہ قَالَ: اِعْتَمَرْنَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ عُمْرَةٍ اِعْتَمَرَهَا، فَحَلَقَ شَعْرَهُ، فَاسْتَبَقَ النَّاسُ اِلٰی شَعْرِهِ، فَسَبَقْتُ اِلَی النَّاصِیَةِ فَاَخَذْتُهَا فَجَعَلْتُهَا فِیْ مُقَدَّمَةِ الْقَلَنْسُوَةِ، فَمَا وُجِّهْتُ فِیْ وَجْهٍ اِلَّا فُتِحَ عَلَیَّ رَوَاهُ اَبُوْ یَعْلٰی یعنی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے جو عمرہ کیا تھا، ہم نے بھی وہ عمرہ آپ کے ساتھ کیا۔ آپ ﷺ نے سر مبارک منڈوایا، تو لوگ آپ کے بالوں پر لپک پڑے، میں ماتھے کے بال لینے میں کامیاب ہوگیا، میں نے انہیں اپنی ٹوپی کے اگلے حصے میں رکھ لیا۔ اس کے بعد میں جس مہم پر بھی بھیجا گیا، مجھے فتح نصیب کی گئی (مسند ابویعلی حدیث رقم: ۷۱۸۳، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث رقم: ۳۸۰۴، مجمع الزوائد حدیث رقم: ۱۵۸۸۲ وقال الھیثمی رجالھما رجال الصحیح، مستدرک حاکم حدیث رقم: ۵۳۰۸، دلائل النبوۃ للبیہقی ۶/۲۴۹)۔

یہ ٹوپی جب ایک مرتبہ میدانِ جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سر سے گر گئی تو آپ نے اپنی جان کا خطرہ مول لے کر گھمسان کی لڑائی کے دوران نیچے جھک کر اسے اٹھا لیا۔ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ آپ نے ایک ٹوپی کو اتنی ترجیح کیوں دی؟ آپ نے انکشاف فرمایا کہ اس ٹوپی میں محبوب کریم ﷺ کے بال مبارک ہیں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۴۴)۔ اس

استحسان کا تعلق عشق وعقیدت اور ادب سے ہے۔

(۹)۔ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو جب اہل مکہ نے قتل کرنے کے لیے حرم شریف سے باہر نکالا تو ابوسفیان بن حرب نے ان سے کہا، اے زید میں تجھے اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، کیا تم اس وقت یہی نہیں چاہتے کہ تمہاری جگہ پر محمد ہوں اور تمہاری جگہ انہیں قتل کیا جائے اور تو اپنے گھر والوں میں خیریت سے موجود ہو؟ حضرت زید نے فرمایا اللہ کی قسم میں نہیں چاہتا کہ محمد ﷺ کو اپنے گھر میں بیٹھے بٹھائے بھی کوئی کانٹا تک چبھے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں۔ ابوسفیان نے کہا میں نے آج تک کسی انسان کو کسی دوسرے انسان سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد کے اصحاب محمد سے محبت کرتے ہیں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۹)۔

(۱۰)۔ عَنِ بنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جسے مومنین اچھا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے۔ اس حدیث کو امام محمد علیہ الرحمہ نے مؤطا میں مرفوعاً روایت فرمایا ہے (مؤطا امام محمد صفحہ ۱۴۴، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۳، ابونعیم ۱/ ۳۷۵، المعجم الاوسط حدیث رقم: ۳۶۰۲، مسند احمد حدیث رقم: ۳۵۹۹)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت سیدنا امام جعفر صادق قدس سرہ نے فرمایا: دانشمند وہ ہے جو دو اچھائیوں میں سے بڑی اچھائی کو ترجیح دے سکے اور دو برائیوں میں سے چھوٹی برائی کو ترجیح دے سکے۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دانشمند وہ ہے جو اچھے اور برے میں تمیز کر سکے۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۴)۔

مختلف معاملات میں ترجیحات

(۱)۔ ذاتی ترجیحات

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا کہ تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے (بخاری حدیث نمبر ۱۹۷۵)۔ لہٰذا کثرتِ مجاہدہ اور اپنی صحت میں حسبِ ضرورت ترجیحات کا

جاننا ضروری ہے۔ روزمرہ کے معاملات مثلاً طعام، آرام، کام اور دوستوں سے ملاقات میں ترجیحات معلوم ہونی چاہیں کہ کس وقت میں کونسا کام کرنا چاہیے۔

وہ شخص اپنی ذاتی زندگی میں سخت ناکام ہے جسکے پاس اپنا نظامِ اوقات (Time Table) مقرر نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اوقات کا ایک حصہ عبادت کے لیے دوسرا حصہ گھر والوں کے لیے اور ایک حصہ اپنی ذات کے لیے مقرر فرما رکھا تھا۔ پھر اس ذاتی حصے میں سے آدھا وقت لوگوں کی حاجت روائی کے لیے مقرر فرما رکھا تھا۔ لوگ ایک ایک، دو دو اور کئی کئی حاجات لے کر حاضر ہوتے تھے (شمائل ترمذی صفحہ ۲۴)۔

انسان کی ایک کمزوری یہ ہے کہ جلد ہاتھ آنے والی چیز کو دیر سے ملنے والی چیز پر ترجیح دیتا ہی كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ (القیامۃ :۷۵-۲۰)۔ جو شخص اپنی اس کمزوری کو تاڑ لے اور اس کا علاج کر لے وہی دور اندیش، حلیم اور متدبر شخص ہے۔

انسان کی ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کی قیمتی بات پر اپنی فضول بات کو ترجیح دیتا ہے۔ اس ترجیح کا تعلق اخلاقیات کے ساتھ ہے۔

(۲)۔ معاشرتی ترجیحات

ان ترجیحات کا تعلق حقوق العباد سے ہے عام مخلوق پر انسان کو ترجیح حاصل ہے، عام انسان پر مسلمان کو ترجیح حاصل ہے، عام مسلمان پر رشتہ دار کو ترجیح حاصل ہے اور عام رشتہ دار پر قریبی رشتہ دار کو ترجیح حاصل ہے۔

انسانی حقوق کے نام پر کی جانے والی تمام کوششیں دراصل کفر اور اسلام کا امتیاز ختم کرنے کی ناپاک سازش ہے۔ نیز مسلم ممالک میں غیر مسلمون کو پروان چڑھانے کی یہ ایک منصوبہ بندی ہے۔ انسانی حقوق کے ٹھیکیداروں کو مشرقی تیمور میں انسانی حقوق کی پامالی صرف ایک ہفتے میں صاف نظر آنے لگی تھی، اس لیے کہ وہ عیسائی اکثریت کا علاقہ ہے، لیکن انہیں کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی آج باسٹھ سال تک نظر نہیں آئی اس لیے کہ یہ اہل اسلام کی آزادی کا مسئلہ ہے۔ لہٰذا انسانی حقوق کے مکار نعروں کے خلاف ہمارا نہایت چست و چالاک ہونا اشد

ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَنزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ یعنی لوگوں سے ان کے مرتبے کے مطابق پیش آؤ (ابوداؤد حدیث نمبر ۴۸۴۲)۔ لہٰذا انسانوں میں باہمی ترجیحات کا جاننا ضروری ہوا۔ انسانی حقوق کے نام پر کھچڑی پکا کر بیٹھ جانا محض غلط ہے۔

انسان کے حسن سلوک کی سب سے زیادہ حق دار ماں ہے۔ نبی کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ مجھ پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا تیری ماں کا، پھر تیری ماں کا، پھر بھی تیری ماں کا اور پھر تیرے باپ کا اور پھر اس سے دور والا اور پھر اس سے بھی دور والا رشتہ دار (بخاری حدیث نمبر ۵۹۷۱، مسلم حدیث نمبر ۶۵۰۰، ابن ماجہ ۳۶۵۸)۔

ان حدیثوں میں نبی کریم ﷺ نے علم ترجیحات کی زبردست خیرات بانٹی ہے۔ اس کے علاوہ فرد اور معاشرے کے مفاد میں ترجیحات اور ذاتی اور دوسروں کے مفاد میں ترجیحات کا جاننا بھی ضروری ہے۔ فرد کے مفاد پر معاشرے کے مفاد کو ترجیح حاصل ہے اور اپنے چھوٹے مفاد پر دوسروں کے بڑے مفاد کو ترجیح حاصل ہے۔ اور اگر اپنا ذاتی مفاد دوسروں کے مفاد کے مقابلے پر بڑا ہو تو بلا شبہ ذاتی مفاد کو ترجیح دینا درست ہے۔ لیکن ایثار اور قربانی کی شریعت نے حوصلہ افزائی کی ہے يُؤْثِرُونَ عَلىٰ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر ۵۹:۹)۔

یہ ترجیح جاننا بھی ضروری ہے کہ کس صورتِ حال میں مختلف افراد سے کس قسم کا معاملہ کرنا ہے۔ مثلاً کسی کی اولاد کے سامنے اس کی پردہ پوشی کی جائے جب کہ اس کے والدین کے سامنے اس کی غلطی پر اسے صاف صاف ٹوک دیا جائے۔

جو شخص ان ترجیحات کو نہیں سمجھتا وہ غیر تمدنی اور غیر معاشرتی انسان ہے اور اس کے بارے میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اسے تمیز نہیں۔

(۳)۔ تعلیمی ترجیحات

تعلیمی میدان میں سب سے پہلے علم اور جہالت میں تمیز کر کے ان میں سے علم کو ترجیح دینا ضروری ہے۔ یاد رکھیے کہ کتابوں میں لکھ دی جانے والی ہر چیز کا نام علم نہیں۔ کتنے ہی اہل علم

ایسے موجود ہیں جنہوں نے کتاب کا ایک لفظ تک نہیں پڑھا اور کتنے ہی ایسے جاہل موجود ہیں جنہوں نے کتابوں کے ڈھیر چاٹ لیے ہیں۔علم سمجھی جانے والی ہر وہ بات جو بندے کو اس کے رب سے دور لے جائے وہ دراصل جہالت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَھْلاً یعنی بعض علم بھی عین جہالت ہوتے ہیں (ابوداؤد حدیث نمبر ۵۰۱۲)۔

اس کے علاوہ غیر مسلموں کے مشنری سکولوں میں مسلمان بچوں کو تعلیم دلانا سراسر غلط ہے۔امام محمد بن سیرین رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ علم دین ہے، خوب غور کرلیا کرو کہ تم اپنا دین کس شخص سے سیکھ رہے ہو (مسلم فی مقدمتہ، دارمی حدیث نمبر ۴۳۳)۔

لہٰذا ماں باپ کے لیے ضروری ہے کہ اپنے بچوں کے لیے مناسب علوم اور مناسب تعلیمی اداروں کو ترجیح دیا کریں۔ ہمارے ملک پر حکومت کرنے والوں کی اکثریت عیسائی مشنری سکولوں اور آکسفورڈ وامریکہ سے پڑھ کر آتی ہے۔یہی فساد کی جڑ ہے۔

اسکے بعد نصابی ترجیحات کا نمبر آتا ہے۔نصاب بنانے والوں کے لیے ضروری ہے کہ ان میں اس کام کی کامل صلاحیت موجود ہو۔ورنہ ضَلُّوْ اوَ اَضَلُّو ا یعنی وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے (بخاری حدیث نمبر ۱۰۰، مسلم حدیث نمبر ۶۷۹۶، ترمذی حدیث نمبر ۲۶۵۲، ابن ماجہ حدیث نمبر ۵۲)۔ نصاب تشکیل دینے کے لیے بچوں کی صلاحیت اور حالات کے تقاضوں کے درمیان توازن کا قائم رکھنا ضروری ہے۔خوش بخت ہے وہ معلم جس نے اس مذکورہ گراف کو مدنظر رکھتے ہوئے نصابی ترجیحات اختیار کرلیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نااہل کے سامنے علم کی بات رکھنا ایسا ہی ہے جیسے خنزیر کے گلے میں موتیوں اور سونے کا ہار ڈال دیا جائے (ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۲۴)۔

بنیادی تعلیم کے بعد پیشہ وارانہ تعلیم اور اپنی ذہنی استعداد کے مطابق مضامین کے انتخاب میں ترجیحات کا جاننا ہر شخص کے لیے ضروری ہے۔عقائد ونظریات کے میدان میں صحیح عقیدے کو ترجیح دے کر اسے اختیار کرنا ضروری ہے۔اللہ کی توحید نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ختم

نبوت کا عقیدہ صحیح عقیدہ ہے۔اب آپ ہر اس چیز کو مانتے چلے جایئے جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی ہو۔

علمِ حدیث کے باب میں خبرِ واحد پر مشہور کو اور مشہور پر متواتر کو ترجیح حاصل ہے۔ ضعیف پر حسن کو اور حسن پر صحیح کو ترجیح حاصل ہے۔ مقطوع پر موقوف کو اور موقوف پر مرفوع کو ترجیح حاصل ہے۔

فقہ میں مباح پر مستحب کو، مستحب پر سنت کو، سنت پر واجب کو اور واجب پر فرض کو ترجیح حاصل ہے۔ کتبِ فقہ میں سے متون کو شروح پر اور شروح کو فتاوی جات پر ترجیح حاصل ہے۔

قیاس کرنے کے لیے علمِ ترجیحات کی بنا پر ہی مناسب ترین مقیس علیہ کا انتخاب ممکن ہے۔ امامت کے حقدار کی ترجیح، قضا شدہ نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب کا لحاظ، امر و نہی کے لیے مختلف حالات میں مناسب لائحہ عمل، حلال اور حرام میں ترجیح، زکوۃ اور عفو کی تقسیم میں ترجیحات، تقسیمِ میراث میں ترجیحات اور اختلافی مسائل میں ترجیحات، علمِ ترجیحات کے شاہکار موضوعات ہیں۔

(۴)۔ معاشی ترجیحات

WWW.NAFSEISLAM.COM

معاشی میدان میں انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ بنیادی ضرورت اور سہولیات میں تمیز کرے اور ان میں باہم ترجیحات قائم کرے۔ جو لوگ ضرورت اور سہولت کا فرق نہیں سمجھتے وہ معاشی طور پر ہمیشہ مار کھاتے رہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رہنے کا مکان، پہننے کے لیے کپڑے روٹی اور پانی انسان کی بنیادی ضروریات ہیں (ترمذی حدیث نمبر ۲۳۴۱، مسندِ احمد جلد ۱ صفحہ ۷۷)۔ آج کل لوگوں نے فرج، ٹی وی، کار کوٹھی اور سوئی گیس کو اپنی بنیادی ضرورت سمجھ کر اپنے اوپر مصنوعی غربت طاری کر رکھی ہے۔ ایسے لوگ اللہ کی رضا سے منہ پھیر کر امیروں پر حسد کرتے کرتے اپنی زندگی کو عذاب بنائے رکھتے ہیں۔ پھر جب یہ لوگ بوکھلا کر کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو اپنے بھوکے بچوں کے لیے آٹا سبزی خرید کر لانے کی بجائے ٹی وی اٹھا کر لے

آتے ہیں۔ یہ غلط ترجیح ہے۔

ایک نئی مصیبت یہ ہے کہ فرج کا ٹھنڈا پانی پی پی کر اور مسلسل مشقت میں رہ رہ کر لوگوں کے معدے امراض کی آماجگاہ بن چکے ہیں۔

ایسے لوگ اپنی غلط ترجیحات کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اپنا کنبہ چھوٹا رکھنے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنے لگتے ہیں تو تقدیر کے ہاتھوں مزید رسوائی سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ اول تو ان کی یہ تدابیر کچھ کام ہی نہیں کرتیں اور اگر کام کرتی بھی ہیں تو خواتین کی صحت پر اس کا اتنا برا اثر پڑتا ہے کہ زندگی اجیرن ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایک فطری عمل کا راستہ روکنے کا یہی انجام ہونا چاہیے۔ ہم یہ بات محض ناسمجھی کی بنا پر یا الزام کے طور پر نہیں کہہ رہے بلکہ بے شمار لوگ ہمیں اپنی زبان سے داستان ظلم وستم سنا چکے ہیں۔ اور اپنے بگڑے ہوئے کیس (Case) کے علاج کے لیے ہم سے رجوع کر چکے ہیں۔ لہٰذا اب جو اس بات کو تسلیم نہیں کرتا وہ خودضدی اور ہٹ دھرم ہے۔ ہاں اگر ایک آدھ کیس کامیاب بھی ہو چکا ہو تو اسے سو فیصد کامیابی نہیں کہہ سکتے۔ اگر کوئی شخص زہر کھا کر بچ رہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ زہر کھانا درست تھا۔

سہولیات پر ضروریات کو ترجیح دینے کے بعد ضروریات میں سے بھی زیادہ اہم ضرورت کو ترجیح دینا ضروری ہے۔ مثلاً ایک آدمی کے گھر میں آٹا اور سبزی دونوں موجود نہیں جب کہ رقم صرف ایک چیز کو خریدنے کی موجود ہے۔ تو یقیناً وہ آٹے کو ہی ترجیح دے گا۔

فضول خرچی اور کنجوسی کے درمیانی اعتدال کو ترجیح دینا بھی ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اَلْاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَةِ نِصفُ الْمَعِیْشَةِ یعنی خرچ میں میانہ روی آدھی معاشیات ہے (شعب الایمان للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۵۴)۔

بازار میں شاپنگ نام ہی محض ترجیحات کا ہے۔ بازاری قیمت اور اپنی جیب کے درمیان توازن کو قائم رکھتے ہوئے ہر انسان خریداری کرتا ہے۔

اس کے علاوہ اپنے ذہنی رجحان اور سرمائے کو ملحوظ رکھتے ہوئے انسان مختلف پیشوں

میں سے کسی ایک پیشے کو ترجیح دیتا ہے۔اور یہ ترجیح بڑی اہم ترجیح ہے۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات ہم پر واضح ہوئی ہے کہ کاروبار ہمیشہ چھوٹے پیمانے پر شروع کرنا چاہیے۔آج لوگوں کو سند اور ڈگری کا غرور یا خاندانی وجاہت چھوٹا کاروبار کرنے سے روک رہی ہے۔نکتے کی بات یہ ہے کہ ہر کاروبار شروع شروع میں انسان کو امتحان میں ڈال دیتا ہے۔کم بکری اور مارکیٹ مقابلہ اکثر آڑے آتے ہیں۔یہاں پہنچ کر اکثر لوگ بوکھلا جاتے ہیں اور فوراً اپنا کاروبار تبدیل کر دیتے ہیں۔حالانکہ یہی وہ موڑ تھا جس کے بعد کامیابی کے آثار نمایاں ہونا تھے۔کسی دوسرے کاروبار نے بھی اسی موڑ پر پہنچ کر یہی تماشا دکھانا ہوتا ہے۔اس طرح غیر مستقل مزاج اور جلد باز انسان ہر نئے کاروبار کو ترجیح دے کر نقصان پر نقصان اٹھاتا چلا جاتا ہے۔کاروبار کے اندر اندر تبدیلی لانی چاہیے۔مکمل کاروبار ہرگز نہیں بدلنا چاہیے۔خلاصہ یہ ہوا کہ ہمیشہ چھوٹا کاروبار شروع کریں اور پھر اس کاروبار کو کبھی تبدیل نہ کریں۔ بالآخر فتح آپ کی ہوگی۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ رُزِقَ بِشَيْءٍ فَلْيَلْزَمْهُ یعنی جسے جس چیز سے رزق ملے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھے (الجامع الصغیر حدیث نمبر ۸۷۰۲)۔

امیر بن کر بے چین رہنے کی بجائے رزقِ گزارا حاصل کر کے سکھ کی نیند کو ترجیح دینا سیکھیے۔یہی معاشرتی ترقی ہے۔

(۵)۔ سیاسی ترجیحات

حکمران کا انتخاب بھی محض ایک ترجیح کا نام ہے۔حکمران کا اپنی رعایا سے معاملہ کرنا بھی اس کی سیاسی اور معاملاتی ترجیحات ہیں۔حاکم کی معاشی تدابیر اور سیاسی اصلاحات کی کامیابی کا راز بہتر ترجیحات میں پوشیدہ ہے۔

کونسا کام کسی شخص کی ذمہ داری ہے؟ کسی بھی قوم کی ترقی میں اس ترجیح کا بہت بڑا دخل ہے۔کسی قوم کی بربادی عین اس وقت شروع ہو جاتی ہے جب نااہل افراد کو اہم عہدوں پر فائز کر دیا جاتا ہے۔مثلاً عورت سے حکمرانی کرانا، چور کو جج بنانا، جاہل کو وزیرِ قانون بنا دینا غلط

ترجیحات ہیں۔قاعدہ ہے کہ لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ یعنی ہر فن کے لیے خاص ماہرین ہوتے ہیں۔

آج کل ''نوجوان نسل'' کی اصطلاح کافی عروج پر ہے۔نوجوانوں کو آگے لانے اور سامنے لانے کے الفاظ عام طور پر سننے میں آتے ہیں۔ ہماری ذرائع ابلاغ پر اس بات کا پرچار زور شور سے جاری ہے۔ یادرکھیے یہ بہت بڑی خطا اور سراسر غلط ترجیح ہے۔نوجوان ناتجربہ کار ہوتا ہے اور وہ آگے لگنے کے قابل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے اپنے بزرگوں کی پیروی اور تجربہ کاروں کے تجربات سے سبق حاصل کرتے رہنا ضروری ہوتا ہے۔

جو لوگ چالیس سال کی عمر سے پہلے پہلے لیڈر شپ اختیار کر لیتے ہیں وہ تجربہ کار اور صید آزمودنہ ہونے کی وجہ سے خود بھی خوار ہوتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی خوار کرتے ہیں۔ بعد میں حق واضح ہو جانے کے بعد انہیں آئے دن پینترے بدلنا پڑتے ہیں اور قلابازیاں کھانا پڑتی ہیں۔اب وہ بے چارے کسی کو اپنی پریشانی بتا بھی نہیں سکتے۔

اِیَّاکَ وَ الْاَمْرُ الَّذِیْ اِنْ تَوَسَّعَتْ

مَوَارِدُہٗ فَضَاقَتْ عَلَیْکَ مَصَادِرُ

ترجمہ:۔ ایسے کام سے بچ جس میں داخل ہونا آسان اور نکلنا مشکل ہو(حماسہ باب الادب)

امت کا حکیم بننے کے لیے تجربہ کی ضرورت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا حَلِیْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَۃٍ وَلَا حَکِیْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرُبَۃٍ یعنی ٹھوکریں کھائے بغیر حلم نہیں آتا اور تجربہ کے بغیر کوئی حکیم نہیں بن سکتا(ترمذی حدیث نمبر ۲۰۳۳،مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۸۵)۔

بخدا ہم نے اقتدائے رفتگاں کو ہی [redacted]ط تر پایا ہے۔کسی کی جتنی زیادہ عمر ہے۔ ہمارے لیے وہ اتنا ہی قابل احترام ہے اور صحبت میں بیٹھنے کے لائق ہے۔

سیاست کے میدان میں ان تمام ترجیحات کا تعلق تدبیر اور حکمت عملی سے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا عَقْلَ کَالتَّدْبِیْرِ یعنی تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں(ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۲۱۸،شعب الایمان للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۷)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

(٦)۔ روحانی ترجیحات (یعنی مسائل طریقت میں ترجیحات)

اس کا تعلق دین اور دنیا میں ترجیحات، عقل اور نقل میں ترجیحات، سائنس اور مذہب میں ترجیحات وغیرہ سے ہے۔

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَ حُجِبَتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ کو شہوات کے پیچھے چھپا دیا گیا ہے اور جنت کو مشکلات کے پیچھے چھپا دیا گیا ہے (مسلم حدیث رقم: ۷۱۳۰، بخاری حدیث رقم: ۶۴۸۷، ترمذی حدیث رقم: ۲۵۵۹، دارمی حدیث رقم: ۲۸۴۳، مسند احمد حدیث رقم: ۸۹۶۶)۔

اس حدیث شریف میں دنیا کی نعمتوں اور دنیا کی تکالیف کے درمیان استحسان اور ترجیح سمجھائی گئی ہے۔ ان دونوں کا باطن اور انجام ان کے بالکل برعکس ہے۔ دنیا کا ظاہر سانپ کی طرح خوبصورت اور منقش ہے جبکہ اس کا باطن اسی سانپ کی طرح زہریلا ہے۔

مرشد پکڑنے سے پہلے مرشد کامل کے اوصاف کا جاننا ضروری ہے تاکہ کامل کو ناقص پر ترجیح دی جا سکے۔ مرشد میں چار اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے (ا) اس کا عقیدہ صحیح ہو (ب) وہ عالم ہو (ج) وہ باعمل ہو (د) اسے اس کے مرشد نے اجازت دی ہو اور اس کا سلسلہ جڑا ہوا ہو۔

باقی رہے لمبے لمبے چلے، بڑی بڑی تسبیحات اور کرامات، تو یہ کسی کے کمال کی حتمی علامت نہیں، راہِ قبول کا انحصار اتباعِ سنت پر ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں کچھ دنوں تک رہا۔ بالآخر اس نے اجازت چاہی۔ آپ نے پوچھا کس مقصد کے لیے آتے تھے۔ اس نے کہا حضرت! آپ کی بڑی شہرت سنی تھی مگر کئی روز تک آپ کے پاس ٹھہرنے کے باوجود کوئی کرامت دیکھنے میں نہیں آئی۔ آپ نے فرمایا تم نے میرا کوئی کام خلافِ سنت دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ

عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تم میں سب سے زیادہ کرامت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے (الحجرات ۱۳:۴۹)۔

بیعت کر لینے کے بعد مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مرشد کو پوری دنیا پر ترجیح دے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی جانوں سے بھی زیادہ نبی کریم ﷺ سے محبت کرتے تھے۔ ارشادِ خداوندی ہے: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ یعنی نبی مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان پر حق رکھتا ہے (الاحزاب ۶:۳۳)۔

اس آیت میں صاف طور پر نبی کریم ﷺ کو مومنوں کی جان پر ترجیح دی گئی ہے۔ اولیٰ بمعنی احق ہو یا بمعنی اقرب بہرحال ترجیح نبی کریم ﷺ کو ہی حاصل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی اولاد، ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری حدیث نمبر ۱۵، مسلم حدیث نمبر ۱۶۸، نسائی حدیث نمبر ۵۰۱۴، ابن ماجہ حدیث نمبر ۶۷)۔ اس حدیث شریف میں بھی دنیا کے تمام افراد پر نبی کریم ﷺ کی ترجیح مذکور ہے۔

مرید کے لیے بھی ضروری ہے کہ اپنے لیے اپنے مرشد سے بڑھ کر کسی کو اپنے زمانے میں فائدہ مند نہ سمجھے۔

زلفاں چھلے چھلے

سارا جگ بہوں سوہنا میرے ماہیے توں تھلے تھلے

جو مرید اس ترجیح کو اچھی طرح نہیں سمجھا اس کے لیے دیگر مشائخ کی صحبت زہرِ قاتل ہے۔ اگر اس نے وقت کے غوث کو بھی اپنے مرشد پر ترجیح دے دی تو اس کا فیض رک جائے گا۔

اس کے بعد مرشد کو دنیا کے مال و متاع پر بھی ترجیح حاصل ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ فخر الدین قدس سرہ کے دستِ اقدس پر بیعت تھے۔ والد ماجد کے وصال کے بعد حضرت خواجہ فخر الدین قدس سرہ نے فرمایا فرید! ادھر آؤ

حضرت والد صاحب کی میراث دونوں بھائی تقسیم کریں۔آپ نے عرض کیا حضور! میں آپ سے چھوٹا ہوں۔شفقت کا یہ تقاضا ہے کہ میراث کے دو حصے بھی میں ہی کروں اور اپنی پسند کا حصہ بھی مجھے ہی اختیار کرنے دیا جائے۔آپ نے فرمایا چلو ایسے ہی سہی۔حضرت غلام فرید نے گھر کا سارا سامان، مکان اور زمین ایک طرف کر دیے، اور اپنے بھائی اور مرشد حضرت خواجہ فخر الدین قدس سرہ کو دوسری طرف کھڑا کر دیا۔عرض کیا، میراث کے یہ دو حصے ہو گئے ایک طرف میرا مرشد اور دوسری طرف تمام اثاثہ۔پھر آگے بڑھ کر اپنے مرشد کے گلے میں اپنی باہیں ڈال کر کہنے لگے۔میرے حصے میں میرا مرشد ہوا کرے۔

چشماں فخر الدین مٹھل دیاں تن من کیتا چور
گھول گھتاں میں فخر جہاں توں جنت حور قصور

پھر مرید کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے علم اور عقل کے مقابلے پر اپنے مرشد کو ترجیح دے۔حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سمجھ میں نہ آ سکیں پھر آج کے دور کا مرید کس شمار میں ہے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو علم سیکھے ہیں۔ایک علم وہ ہے جسے میں بیان کرتا ہوں اور دوسرا علم وہ ہے کہ اگر میں اسے بیان کروں تو لوگ میری گردن کاٹ دیں (بخاری حدیث نمبر ۱۲۰)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ یعنی تم اس بارے میں کیوں جھگڑتے ہو جو تمہاری سمجھ سے باہر ہے (آلِ عمران:٦٦)۔

ہر سمجھدار کی سمجھ کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔بقول حضرت شیخ اکبر قدس سرہ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ بَلْ كَذَّبُوْا مَالَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ یعنی کتنے ہی فقہ کا علم اٹھا کر پھرنے والے ایسے ہوتے ہیں جو فقیہ نہیں ہوتے بلکہ جو ان چیز ان کی سمجھ سے باہر ہو اس کا انکار کر دیتے ہیں (کتاب الفناء صفحہ ۴)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللہ والوں پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ ایک ذات خداوندی کے سوا کسی دوسری طرف متوجہ ہونا گوارا نہیں کرتے۔حتی کہ ان کے خاص الخاص رفقاء اور صدیقین بھی اس وقت درمیان میں حائل نہیں ہو سکتے۔اسی حال کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا۔

حضرت داتا صاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے درخواست کی کہ آپ اپنے سفر کی کوئی عجیب وغریب بات سنائیں۔آپ نے فرمایا سب سے عجیب بات یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے مجھ سے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی مگر میں نے اسے قبول نہ کیا اور مجھ پر ایسا حال طاری تھا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے سواء کسی اور کی خاطر مدارت میں مشغول ہونے کو طبیعت نہیں مانتی تھی (کشف المحجوب صفحہ ۳۸۳)۔اللہ کریم ہم مسکینوں کو بھی توحید آشنائی کا یہ منظر دیکھنا نصیب کرے۔آمین

تصوف دراصل نام ہے آداب کا۔ ہر حال اور ہر مقام کا ایک الگ ادب مقرر ہے۔ فقیر نے ہر مقام پر اور ہر حال میں اسی مخصوص ادب کو ترجیح دینا ہوتی ہے۔

ابوالعباس بن عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَلْاَدَبُ الْوَقُوْفُ مَعَ الْمُسْتَحْسَنَاتِ یعنی ادب کا معنی ہے مستحسنات کو اختیار کرنا (کشف المحجوب صفحہ ۳۸۰)۔

حضرت ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ : اَلنَّاسُ فِیْ الْاَدَبِ عَلٰی ثَلَاثِ طَبَقَاتٍ اَمَّا اَھْلُ الدُّنْیَا فَاَکْثَرُ آدَابِھِمْ فِی الْفَصَاحَۃِ وَ الْبَلَاغَۃِ وَ حِفْظِ الْعُلُوْمِ وَ اَسْمَارِ الْمُلُوْکِ وَ اَشْعَارِ الْعَرَبِ ، وَ اَمَّا اَھْلُ الدِّیْنِ فَاَکْثَرُ آدَابِھِمْ فِی رِیَاضَۃِ النَّفْسِ وَ تَأْدِیبِ الْجَوَارِحِ وَ حِفْظِ الْحُدُوْدِ وَ تَرْکِ الشَّھَوَاتِ ، وَ اَمَّا اَھْلُ الْخُصُوْصِیَّۃِ فَاَکْثَرُ آدَابِھِمْ فِی طَھَارَۃِ الْقُلُوْبِ وَ مَرَاعَاۃِ الْاَسْرَارِ وَ الْوَفَاءِ بِالْعُھُوْدِ وَ حِفْظِ الْوَقْتِ وَ قِلَّۃِ الْاِلْتِفَاتِ اِلَی الْخَوَاطِرِ وَ حُسْنِ الْاَدَبِ فِیْ مَوَاقِفِ الطَّلَبِ وَ اَوْقَاتِ الْحُضُوْرِ وَ مَقَامَاتِ الْقُرْبِ یعنی ادب کے لحاظ سے لوگوں کے تین طبقے ہیں۔پہلا طبقہ دنیاداروں کا ہے جو فصاحت و بلاغت ، حفظِ

علوم اور بادشاہوں کے قصے اور عرب کے اشعار کو ادب قرار دیتے ہیں۔ دوسرا طبقہ اہل دین کا ہے جنہوں نے ریاضتِ نفس، اپنے اعضاء کو باادب بنانا، اللہ کی حدود کی حفاظت کرنا اور ترکِ شہوات کا نام ''ادب'' رکھا ہے۔ اور تیسرا طبقہ اہل خصوصیت کا ہے جو دلوں کی طہارت، اللہ کے رازوں کی پاسداری، عہد و پیاں کی وفا، وقت کی حفاظت، پراگندہ خیالات کی طرف قلتِ توجہ اور طلب وحضور وقرب میں حسن ادب کو ملحوظ رکھنے کو ادب کہتے ہیں (کتاب اللمع صفحہ ۲۲۴، ۲۲۵، کشف المحجوب صفحہ ۳۸۱)۔

فقیر کے لیے کشف و الہام رحمانی اور شیطانی میں ترجیحات کا جاننا بھی ضروری ہے۔ جو الہام شریعت کے خلاف ہو وہ شیطانی ہے۔ اور جو شریعت کے مطابق ہو وہ رحمانی ہے۔ نکتے کی بات یہ ہے کہ کشف والہام کا تعلق مباح چیزوں سے ہوا کرتا ہے۔ فرض سے روکنا شیطانی الہام ہے اور فرض کا حکم دینا فاضل الہام ہے۔ اس لیے کہ فرض تو پہلے ہی فرض ہے۔ یہاں سے معلوم ہو جانا چاہیے کہ الہام کو پرکھنے کے لیے شریعت کے احکام اور آ وامر ونواہی کو تفصیلات سے جاننا کس قدر ضروری ہے۔

شیطانی الہام میں بڑے بڑے پیچ اور باریکیاں ہوا کرتی ہیں۔ اگر کسی شخص کو الہام ہو کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دے تو یہ شیطانی الہام ہے۔ اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ جبکہ دوسروں کا یہ الہام شریعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہے۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میرے مرشد کو یہ الہام ہوا کہ تو مسیح ہے۔ لیکن انہوں نے اس الہام کو شریعت کی روشنی میں پرکھ لیا اور شیطان کی واردات سے بچ گئے۔

نبی کریم ﷺ کے بعد آج تک نبوت ومسیحیت ومہدیت کا دعویٰ کرنے والے اس ترجیح کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مار کھا گئے۔

مشائخ علیہم الرضوان نے اس سلسلے میں بہت سے معیار مقرر فرمائے ہیں۔

مثلاً: (ا) شریعت کے مطابق الہام ہوتو یہ الہام رحمانی ہے ورنہ شیطانی ہے۔ (ب) دائیں کان میں آواز آئے تو رحمانی اور بائیں میں آئے تو شیطانی ہے۔ (ج) سب سے پہلے وارد ہونے والا خیال رحمانی ہے، اور بعد میں وارد ہونے والا خیال شیطانی ہے۔ (د) الہام کے ساتھ فرحت اور خوشی محسوس ہوتو یہ شیطانی الہام ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الفَرِحِین۔ (ھ) وہم پر ظن کو ترجیح حاصل ہے اور ظن پر قطعیت کو ترجیح حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلیٰ مَا لَا یُرِیْبُکَ یعنی شک سے بالا تر کو مشکوک پر ترجیح دو (ترمذی حدیث نمبر ۲۵۱۸، نسائی حدیث نمبر ۵۷۱۱، مسندِ احمد جلد ا صفحہ ۲۵۸، دارمی حدیث نمبر ۲۵۳۵)۔

فقراء کے اخلاق کا ایک معرکتہ الآراء پہلو، ان کی خاموشی اور گفتار ہے۔ فقیر اپنے نفس کی وجہ سے بولا نہیں کرتا۔ اور اللہ کریم کی طرف سے آنے والی بات کو روکا نہیں کرتا۔ یہ ایک نہایت اہم ترجیح ہے۔ اور جو اس سے ناواقف ہے وہ فقیر نہیں۔

(۷)۔ طبی ترجیحات

ان ترجیحات کا تعلق مرض کی تشخیص اور دواؤں کے انتخاب سے ہے۔ مثلاً نبض اگر گہری سست اور موٹی ہے تو مرض بلغمی ہوگا۔ اگر نبض تیز، باریک اور لمبی ہے تو مرض سوداوی ہوگا۔ اگر نبض مشرف ہے تو مرض دموی ہوگا اور اگر نبض معتدل ہے تو مرض صفراوی ہوگا۔

مفرد امراض اور مرکب امراض کی صورت میں الگ الگ دواؤں کو ترجیح دینا ضروری ہے۔ حاد اور مزمن امراض میں بھی مختلف ادویہ کو ترجیح دی جائے گی۔ مثلاً زکام کا بہترین علاج جوشاندہ ہے لیکن اگر نزلہ دائمی ہو جائے تو اس کے لیے خمیرہ گاؤ زبان یا اطریفل اسطخو دوس یا اطریفل زمانی کو ترجیح دی جائے گی۔ اور اگر بلغم میں تعفن پیدا ہو جائے تو خشک کی بجائے تر ادویہ مثلاً شربت صدر، خمیرہ خشخاش، خمیرہ بادام وغیرہ کو ترجیح دی جائے گی۔

مرکب علامات کی صورت میں ایک ہی دوا کا انتخاب کر کے اسے ترجیح دی جائے گی۔ جو شخص ان ترجیحات پر دسترس رکھتا ہے وہی بہترین معالج ہے۔ اس کا تعلق تجربے اور مہارت

سے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا حَكِيمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرُبَةٍ یعنی حکیم وہی ہے جس کے پاس تجربہ ہو (ترمذی حدیث نمبر ۲۰۳۳، مسندِ احمد جلد ۳ صفحہ ۸۵)۔

(۸)۔ عصری مسائل کا حل علمِ ترجیحات کی روشنی میں

اس وقت امتِ مسلمہ کا اتحاد، بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کا مناسب ترین لائحہ عمل، اندرونی فتنوں سے نمٹنے کا طریقہ، بے بسی کے عالم میں ذمہ دار لوگوں کا اپنے فرض کی ادائیگی کا طریقہ، اہم ترین موضوعات ہیں۔

(ا)۔ مثل مشہور ہے۔ کیا کھویا کیا پایا؟ اس ضرب المثل میں استحسان اور علم ترجیحات کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

امت کے اتحاد کی ایسی کوشش محض بیوقوفی ہے جس سے پانچ فیصد لوگ متحد ہو جائیں اور پچانوے فیصد ناراض ہو کر اس پانچ فیصد کو ایک نیا فرقہ بنا ڈالیں۔ نادان راہنما جتنا فائدہ کرتے ہیں اس سے کئی گنا نقصان کر دیتے ہیں۔

امت کی اصلاح کے لیے کوئی ایسا لائحہ عمل ترتیب دینا یا کوئی ایسی تحقیق پیش کرنا یا کوئی ایسی نئی بات کرنا کہ امت کی اکثریت اس کی مخالفت پر اتر آئے، یہ اصلاحی کارنامہ نہیں بلکہ کور باطنی اور نا عاقبت اندیشی کا ثبوت ہے۔

(ب)۔ ایک حدیث میں حضور کریم ﷺ نے مبلغین کے تین طبقات بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا: مَنْ رَاٰی مِنكُمْ مُنكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَ ذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَان یعنی تم میں سے جو بھی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اور اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اور اگر زبان سے روکنے کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں برا جانے، اور یہ کمزور ترین ایمان کی علامت ہے (مسلم حدیث نمبر ۱۷۷، ابوداؤد حدیث نمبر ۱۱۴۰، ترمذی حدیث نمبر ۲۱۷۲، نسائی حدیث نمبر ۵۰۰۸، ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۱۳)۔

اس حدیث شریف میں تبلیغی ترجیحات بیان فرمائی گئی ہیں کہ کس قسم کی تبلیغ کون سے آدمی کا فریضہ ہے۔

(ج)۔ کسی بھی اہم اور نازک کام کو ہاتھ ڈالنے سے پہلے ماہرین سے مشورہ کر لینا اور مناسب ترین اقدام کو ترجیح دینا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ اے محبوب اپنے صحابہ سے مشورہ لیا کریں۔ آگے فرمایا فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ جب عزم کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو (آل عمران: ۱۵۹)۔ یہ عزم اس وقت کیا جاتا ہے جب صورتِ حال کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ایک فیصلے کو ترجیح دے دی جاتی ہے۔

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

برائے جہاں دیدگاں کار کن　　　که صید آزموداست گرگِ کہن

ترجمہ:۔ جہاں دیدہ لوگوں سے رائے لیکر کام کر، اس لیے کہ پرانا بھیڑیا شکار کو آزما چکا ہوتا ہے۔

خوش نصیب ہے وہ شخص جس پر اللہ کریم جل شانہ نے مشورے کا دروازہ کھول دیا اور وہ امت کی اکثریت کے ساتھ چلنے کا خوگر ہوا۔

ان تمام موضوعات پر نبی کریم ﷺ کی احادیث صریحاً وارد ہیں۔

اللہ اللہ حضور کی باتیں　　　عین ربِ غفور کی باتیں

چند لفظوں میں بند سمندر ہیں　　　میرے آقا حضور کی باتیں

علمِ ترجیحات میں استحسان کا شمول

استحسان کا مادہ "حسن" ہے۔ حسن کا معنی ہے خوبصورت۔ استحسان اسی کا باب استفعال ہے۔ اس کا معنی ہوا: بہتری کی تلاش، یا خوب سے خوب تر کی جستجو، یا ترجیح دینا۔

قیاس جلی اور قیاس خفی میں فرق

شریعت کے چار ماخذ ہیں: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ قیاس کے چار ارکان

ہوتے ہیں۔ مقیس، مقیس علیہ، علت اور حکم۔ مطلق قیاس سے مراد یہی قیاس ہوتا ہے۔اسے قیاس جلی بھی کہتے ہیں۔

قیاس خفی سے مراد ایسا چھپا ہوا مدلل قیاس ہے جو قیاس جلی کے خلاف ہوتا ہے۔نور الانور میں قیاس خفی کی تعریف یوں لکھی ہے: هُوَ الدَّلِيلُ الَّذِي يُعَارِضُ الْقِيَاسَ الْجَلِيَّ یعنی یہ ایسی دلیل ہے جو قیاس جلی کے خلاف ہوتی ہے(نورالانوارصفحہ ۲۴۷)۔

استحسان سے مراد یہی قیاس خفی ہے، اور قیاس جلی کے مقابلے پر آنے والے قوی تر دلائل کو قیاس جلی پر ترجیح دینا ہے۔

مثلاً اگر قیاس قرآن کی آیت کے خلاف ہو تو ایسی صورت میں قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور قرآن کو ترجیح دی جائے گی۔ قیاس کے مقابلے پر قرآن کو راجح قرار دینا استحسان ہے۔

اگر قیاس پوری امت کے اجماع کے خلاف ہو تو پھر بھی قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور اجماع کو ترجیح دی جائے گی۔ یہ بھی استحسان ہے۔

اگر قیاس پر عمل کرنے سے انسان مجبور اور بے بس ہو جاتا ہو تو ایسی صورت میں بھی قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور انسان کی سہولت کو ترجیح دی جائے گی۔ یہ بھی استحسان ہے۔

اگر قیاس جلی بذاتِ خود کسی چھپے ہوئے مدلل قیاس کے خلاف ہو تو ایسی صورت میں بھی قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور اس قیاس خفی کو ترجیح دی جائے گی جسے ہم نے چھپا ہوا مدلل قیاس کہا ہے۔ یہ بھی استحسان ہے۔

استحسان کی اقسام

جب استحسان کی وجہ سے قیاس پر قرآن وسنت کو ترجیح دی جاتی ہے تو اسے استحسان بالاثر کہتے ہیں۔ جب استحسان کی وجہ سے قیاس پر اجماع کو ترجیح دی جاتی ہے تو اسے استحسان بالاجماع کہا جاتا ہے۔ جب استحسان کی وجہ سے قیاس پر ضرورت کو ترجیح دی جاتی ہے تو اسے

استحسان بالضرورۃ کہا جاتا ہے۔ اور جب استحسان کی وجہ سے قیاس پر قیاسِ خفی کو ترجیح دی جاتی ہے تو اسے مطلقاً استحسان کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات قیاس کو استحسان پر ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ بھی استحسان ہی کی ایک قسم ہے۔

اب استحسان کی ان پانچ اقسام میں سے ہر ایک کی مثال ملاحظہ فرمائیے۔

(۱)۔استحسان بالاثر:۔حدیث شریف میں ہے کہ: لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ یعنی وہ چیز مت بیچ جو تیرے پاس نہیں ہے (ابو داؤد حدیث نمبر: ۳۵۰۳، ترمذی حدیث نمبر: ۱۲۳۲، نسائی حدیث نمبر: ۴۶۲۷، ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۱۸۷)۔

اس حدیث پر اگر قیاس کیا جائے تو بیع سلم کو ناجائز ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ بیع سلم میں بھی بیچی جانے والی چیز پاس موجود نہیں ہوتی۔ بیع سلم سے مراد یہ ہے کہ رقم دے دی جائے اور مال بعد میں وصول کیا جائے۔ اَلسَّلَمُ هُوَ بَيْعُ آجِلٍ بِعَاجِلٍ۔

لیکن چونکہ بیع سلم کے جائز ہونے کے حق میں علیحدہ حدیث پاک وارد ہو چکی ہے، لہٰذا یہاں قیاس کی بجائے حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ حدیث یہ ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثِّمَارِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ، فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ اِلٰى اَجَلٍ مَعْلُومٍ یعنی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہ لوگ ایک سال یا دو سال کے ادھار پر پھلوں کی بیع کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیع سلم کرے وہ صرف معین ماپ اور معین وزن اور مدتِ معینہ میں بیع کرے (بخاری حدیث نمبر: ۲۲۳۹، مسلم حدیث نمبر: ۴۱۱۸، ابو داؤد حدیث نمبر: ۳۴۶۳، ترمذی حدیث نمبر: ۱۳۱۱، نسائی حدیث نمبر: ۴۶۱۶، ابن ماجۃ حدیث نمبر: ۲۲۸۰، دارمی حدیث نمبر: ۲۵۸۶، مسند احمد حدیث نمبر: ۱۸۷۳)۔

(۲)۔استحسان بالاجماع:۔کسی چیز کو آرڈر پر بنوانا یعنی سائی دے کر بنوانا استصناع کہلاتا

ہے۔ مثلاً فرنیچر والے سے کہا جائے کہ اتنے پیسوں میں صوفہ تیار کردو۔ اس کی کوئی میعاد مقرر نہ کی جائے، پیشگی پیسے دیے جائیں یا نہ دیے جائیں۔ اس استصناع کے جائز ہونے پر امت کا اجماع ہے اور مسلمانوں کا اس پر عمل جاری وساری ہے۔ جبکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ استصناع کو ناجائز کہا جائے اس لیے کہ اس میں ایک غیر موجود چیز کی خرید وفروخت ہو رہی ہے۔

اب یہاں ہم نے قیاس کو چھوڑ دیا اور امت کے تعامل اور اجماع کو ترجیح دی۔ یہ استحسان بالا جماع ہوا۔

(۳)۔ استحسان بالضرورۃ:۔ اگر کنواں، حوض یا برتن ناپاک ہو جائیں تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ قیامت تک پاک نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ ان کو نچوڑا نہیں جا سکتا تاکہ ان کے اندر سے ناپاکی زائل ہو جائے۔ لہٰذا یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ناپاک ہی رہیں گے اور جب بھی انہیں پاک کرنے کے لیے ان میں پانی ڈالا جائے گا وہ پانی خود بھی ناپاک ہوتا جائے گا۔

لیکن ہم نے اس قیاس کو اس لیے ترک کر دیا کہ ان کو نچوڑنا انسان کے بس میں نہیں ہے لہٰذا انسانی ضرورت اور مجبوری کے پیشِ نظر اگر کنویں کا پانی نکال دیا گیا تو کنواں پاک ہو جائے گا اور اگر حوض کا پانی نکال کر اس پر پانی بہا دیا گیا تو یہ بھی پاک ہو جائے گا اور اگر برتن پر پانی بہا دیا گیا تو یہ بھی پاک ہو جائے گا۔ یہاں ہم نے قیاس پر ضرورت کو ترجیح دی۔ اسے استحسان بالضرورۃ کہتے ہیں۔

(۴)۔ استحسان بالقیاس الخفی:۔ شکاری درندے کا جھوٹا نجس اور ناپاک ہے۔ اس پر اگر قیاس کیا جائے تو شکاری پرندے کا جھوٹا بھی نجس ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اس کا گوشت بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح شکاری جانور کا گوشت حرام ہے۔ یہ قیاس جلی ہے۔ مگر قیاس خفی جسے استحسان کہتے ہیں یہ اتنا باریک بین ہوتا ہے کہ اس قیاس نے شکاری درندے اور شکاری پرندے میں ایک باریک فرق ڈھونڈ نکالا ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ شکاری درندہ زبان سے کھاتا ہے اور اس کا لعاب بہتا ہے۔ جبکہ شکاری پرندہ اپنی چونچ کو استعمال کرتا ہے جو محض ایک ہڈی ہے اور ہڈی

پاک ہوتی ہے خواہ زندہ کی ہو یا مردہ کی۔لہٰذا ہم نے قیاس کو چھوڑ دیا اور استحسان کو اختیار کیا۔

(۵)۔تقدیم القیاس علی الاستحسان:۔ شکاری پرندے کی چونچ والی مثال میں آپ نے دیکھا کہ استحسان کو قیاس پر ترجیح دی گئی۔لیکن بعض اوقات اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔یعنی قیاس کو استحسان پر ترجیح دی جاتی ہے۔یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قیاس جلی کو قیاس خفی پر ترجیح دی جاتی ہے۔مثلاً قیاس (جلی) کا تقاضا ہے کہ نماز کے دوران سجدہ تلاوت آجائے تو سجدہ کی بجائے رکوع کر لینا بھی جائز ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:وَخَرَّ رَاکِعاً وَّ اَنَابَ یعنی وہ رکوع میں گر گیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔اس آیت میں خَرَّ رَاکِعاً یعنی رکوع میں گر گیا کے الفاظ ہیں۔حالانکہ رکوع میں گرا نہیں جاتا۔گویا سجدے کی جگہ رکوع کا لفظ استعمال فرمایا۔قیاس جلی کا تقاضا یہ ہے کہ آیتِ سجدہ تلاوت کی جائے تو رکوع کر لینا بھی کافی ہے۔

لیکن استحسان (قیاس خفی) کا تقاضا یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت کی جگہ پر صرف سجدہ ہی کیا جائے نہ کہ رکوع۔اس لیے کہ سجدہ تعظیم کی انتہا ہے نہ کہ رکوع۔لہٰذا رکوع کو سجدے کا قائم مقام نہیں بنایا جا سکتا۔اب قیاس کہتا ہے کہ رکوع کافی ہے اور استحسان کہتا ہے کہ سجدہ ضروری ہے۔یہاں ہم نے قیاس کو ترجیح دی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تلاوت کے سجدہ سے محض عاجزی اور تواضع مقصود ہوتی ہے، بذاتِ خود سجدہ مقصود نہیں ہوتا۔اور یہ عاجزی نماز کے دوران رکوع کی صورت میں بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ہاں البتہ اگر نماز سے باہر آیت سجدہ پڑھی جائے تو پھر رکوع سے کام نہیں چلے گا۔اس لیے کہ نماز کے باہر کا رکوع سجدے کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔اور عام طور پر لوگ عاجزی اور شکرانے کی خاطر یا فرطِ محبت میں آکر سجدے میں ہی گرتے ہیں نہ کہ رکوع میں۔

اس تفصیل کے بعد آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ استحسان کو اختیار کر کے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْس اور قیاس پرستی کے الزامات کو دھو کر رکھ دیا ہے۔اور علم کی

اس بلندی پر جا پہنچے ہیں جسکے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: لَوْ کَانَ الدِّیْنُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَذَھَبَ بِہٖ رَجُلٌ مِنْ اَبْنَآءِ فَارِسَ یعنی اگر دین ثریا کی بلندی پر بھی ہوگا تو اہلِ فارس میں سے ایک شخص وہاں سے علم کو اتار کر لے آئے گا (مسلم حدیث نمبر: ۶۴۹۷، ۶۴۹۸، بخاری حدیث نمبر: ۴۸۹۷، ۴۸۹۸، ترمذی حدیث نمبر: ۳۳۱۰، ۳۹۳۳) و اللفظ لمسلم۔

استحسان کی ضرورت

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات خود بخود واضح ہو رہی ہے کہ قرآن و سنت اور اجماع کے مقابلے پر آنے والے قیاس کو لگام دینے کے لیے استحسان لازمی ہے اور شرعی احکام کو دِقتِ نظر سے جانچنے اور خطا سے حتی المقدور بچنے کے لیے استحسان کو فقہ کے اصولوں میں داخل کرنا از حد ضروری ہے۔

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا یعنی بے شک گمان اور ظن حق سے بے نیاز نہیں کر سکتا (یونس: ۳۶)۔ حدیث پاک میں بھی ہے کہ: دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ یعنی واضح اور لا ریب بات کے مقابلے پر مشکوک اور کچی پکی باتوں کو ترک کر دو (ترمذی: ۲۵۱۸، نسائی: ۵۷۲۷، مسندِ احمد: ۱۷۳۲، مشکوٰۃ: ۲۷۷۳)۔

علماءِ کرام علیہم الرحمہ نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ ہمیشہ متشابہ کو محکم کی طرف لوٹایا جائے۔ بلکہ جب نجران کے عیسائیوں نے لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃ اور اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ وغیرہ کی تصریحات کے مقابلے پر کلمۃ اللہ اور روح اللہ جیسے الفاظ کے سہارے الوہیتِ مسیح ثابت کرنے کی کوشش کی تو اللہ کریم نے عین اس موقع پر سورۃ آلِ عمران کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں اور محکم کو متشابہ کے ماتحت کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ: اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَۃِ یعنی جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں تاکہ فتنہ بازی کر سکیں۔

ہر باطل فرقے نے یہیں سے ٹھوکر کھائی ہے یا جان بوجھ کر فراڈ چلایا ہے کہ محکمات اور

تصریحات کے ہوتے ہوئے متشابہات بشمول موضوعات، اسرائیلیات اور تواریخ کا سہارا لیا ہے یا اجماع کے مقابلے پر شاذ اور مردود اقوال پر اپنی خرافات کی بنیاد رکھی ہے یا قرآن و سنت اور اجماع کے خلاف اجتہاد کیا ہے۔

علامہ ابنِ کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اَھْلُ السُّنَّۃِ یَأْخُذُوْنَ بِالْمُحْکَمِ وَیَرُدُّوْنَ مَا تَشَابَہَ اِلَیْہِ، وَ ھٰذِہٖ طَرِیْقَۃُ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ کَمَا وَصَفَھُمُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِی کِتَابِہٖ، وَھٰذَا الْمَوْضِعُ مِمَّا زَلَّ فِیْہِ اَقْدَامُ کَثِیْرٍ مِنْ اَھْلِ الضَّلَالَاتِ، وَ اَمَّا اَھْلُ السُّنَّۃِ فَلَیْسَ لَھُمْ مَذْھَبٌ اِلَّا اتِّبَاعَ الْحَقِّ وَیَدُوْرُوْنَ مَعَہٗ کَیْفَمَا دَارَ یعنی اہل سنت ہمیشہ محکم کو پکڑتے ہیں اور متشابہ کو اسکی طرف لوٹاتے ہیں، یہ علم میں رسوخ رکھنے والوں کا طریقہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انکی تعریف فرمائی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اکثر گمراہوں کے قدم پھسلے ہیں، مگر اہلِ سنت کا مذہب، حق کے اتباع کے سواء کچھ نہیں، جس طرف کو حق گھومتا ہے، اہلِ سنت بھی حق کے ساتھ ساتھ گھوم جاتے ہیں (البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۲۴۸)۔

اس قاعدے کو ذہن نشین فرمالیجیے۔ اب دیکھیے، پادری فانڈر کو لا الہ الا اللہ اور لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ کی تصریح پسند نہیں آئی اور اس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے تین خدا ثابت کرنے کی کوشش کی۔

مرزا قادیانی کو آیت خاتم النبیین، متواتر احادیث اور صحابہ و جمیع امت کا اجماع نظر نہیں آیا اور اس نے انکے مقابلے پر درودِ ابراہیمی وغیرہ سے نبوت کا اجراء ثابت کرنا چاہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھائے جانا آیت بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے صریحاً ثابت ہے اور آپ کے نزولِ جسمی پر متواتر احادیث موجود ہیں، مگر مرزا قادیانی ان تصریحات کے مقابلے پر قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ سے اور کرہِ زمہریر کی تپش وغیرہ سے استدلال کرتا ہے۔

افضلیتِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پر قرآن کی نص وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقٰی موجود ہے، احادیث میں تصریحات موجود ہیں، مولا علی رضی اللہ عنہ کے واضح ارشادات موجود ہیں، اسی پر تمام صحابہ و تابعین و جمیع امت کا اجماع ہے، مگر مخالفین کے پاس ایسی کوئی تصریح موجود نہیں بلکہ کبھی سب

سے پہلے ایمان لانے والے مرجوح قول کو اپنے نظریے کی بنیاد بنائیں گے اور کبھی زوجِ بتول رضی اللہ عنہا ہونے سے استدلال کریں گے، کبھی سلاسلِ طریقت کے اجراء کا سہارا لیں گے اور کبھی یہاں تک کہہ دیں گے کہ سب کچھ ٹھیک ہے مگر دل نہیں مانتا۔

اس دور کا ایک عظیم فساد خلافِ شرع شاعری ہے۔ قرآن، حدیث اور اجماع کے مقابلے پر کسی شاعر کی خرافات پیش کرنا اَلشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ کا صحیح مصداق ہے۔ سب سے زیادہ مبالغہ اور غلو شعروں میں ہی پایا جاتا ہے، اَعْذَبُ الشِّعْرِ اَکْذَبُھَا۔ جبکہ اس زمانے کے شاعروں کی اکثریت جاہل اور غالی ہے۔ جب ان لوگوں کے سامنے قرآن اور حدیث پڑھے جائیں تو یہ لوگ جواباً کوئی دوہڑا اسناد دیتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ نے دیکھا کہ استحسان نہ صرف راجح اور مرجوح کا فرق سکھاتا ہے بلکہ بعض اوقات اسلام اور کفر کے درمیان لکیر کھینچ کر رکھ دیتا ہے۔ یاد رکھیے کہ تصریحات و محکمات کے مقابلے پر مردود، مرجوح اور غیر مستحسن اقوال ہر موضوع پر مل سکتے ہیں۔ اگر استحسان کے مذکورہ قاعدے کو مدِ نظر نہ رکھا گیا تو دین کی دھجیاں بکھر جائیں گی۔ معاذ اللہ

استحسان کی وسعت

کبھی قیاس خفی کو جلی پر ترجیح دینا، کبھی جلی کو خفی پر ترجیح دینا، کبھی قیاس پر ضرورت کو ترجیح دینا، کبھی قیاس پر اجماع کو ترجیح دینا اور کبھی قیاس پر قرآن و سنت کو ترجیح دینا سب استحسان ہے۔ گویا استحسان مکمل طور پر علمِ ترجیحات کی لپیٹ میں ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ

و نور عرشہٖ سیدنا و مولینا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

☆......☆......☆

WWW.NAFSEISLAM.COM